ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.2 (2025)
(April to June)

نو آبادیات ومابعد نو آبادیات: بنیادی مباحث

Colonialism and Post Colonialism: Fundamental Discourses

جویریہ ظفر
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
پروفیسر ڈاکٹر شگفتہ حسین
پروفیسر ایمرائطس، شعبہ اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

Jawaria Zafar
Ph.D Scholar, Department of Urdu, The Women University, Multan
jawariazafar097@gmail.com
Prof. Dr. Shagufta Hussain
Professor Emeritus, Department of Urdu, The Women University, Multan

Abstract:
This research article explores the theoretical, historical, and intellectual dimensions of colonialism and post colonialism, with a particular focus on the South Asian especially Indian context. The first section of the article discusses the key debates of colonialism, highlighting the mechanisms of power, cultural dominance, knowledge control, and the systematic suppression of native identities and traditions. It examines how colonial powers imposed their authority not only politically and economically, but also intellectually and culturally. The article then delves into the establishment and expansion of the colonial system in India, illustrating how British imperialism penetrated Indian society. It explores how colonial rule disrupted indigenous structures, reshaped education, introduced a new linguistic hierarchy, and sought to redefine local culture and heritage through a Eurocentric lens. This section demonstrates how the colonial regime attempted to mentally and ideologically subjugate the Indian population. In the second half, the article transitions into a comprehensive study of post colonialism, discussing its definition, scope, and fundamental premises. Postcolonial theory is presented not merely as a literary or academic trend, but as a powerful intellectual resistance against the lingering impacts of imperialism.

Keywords: Colonialism, Post Colonialism, British Imperialism, Orientalism, Identity and Power, intellectual resistance

معاشرتی و سیاسی تاریخ انسانی رویوں سے جنم لیتی ہے، یہی رویے سماج پر مثبت یا منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخی رویوں میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں، یہ تبدیلیاں ہمیں سماجی اعتبار سے شعور عطا کرتی ہیں۔ آج ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں اس کو مابعد جدیدیت کا نام با آسانی دے سکتے ہیں، ثقافتی مطالعات کی ایک شق میں نو آبادیات کا مطالعہ بھی اہم تصور کیا جاسکتا ہے، اسی نو آبادیاتی ڈسکورس کے مطالعے کو ہم مابعد نو آبادیات کا نام دیتے ہیں۔ نو آبادیات ایک سیاسی،

معاشرتی اور ادبی اصطلاح ہے جس نے ظلم و بربریت اور قبضہ کا تصور رائج کیا اور قوموں کی ذہنی محکومی کی واضح صورتیں متعین کیں۔ نو آبادیات بطور اصطلاح اور مابعد نو آبادیات کی اصطلاح جب ہمارے سامنے آتی ہے تو مختلف سوالات گردش کرنے لگتے ہیں جیسے کہ نو آبادیات سے کیا مراد ہے؟ مابعد نو آبادیاتی نظام کیا ہے؟ نو آبادیاتی دنیا کی تشکیل کیسے عمل میں آئی؟ ہندوستان میں نو آبادیاتی عہد کا آغاز کب ہوا؟ نو آبادکاروں کے استعماری نظام حکومت سے نو آبادیاتی باشندوں کی نفسیاتی اور ذہنی کیفیات کیسے متاثر ہوئیں؟ اور مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کیوں ضروری ہے؟ ۔ نو آبادیات ایک مخصوص اصطلاح ہے جسے انگریزی میں Colonialism کا نام دیا جاتا ہے۔ نو آبادیات (Colonies) کا لفظ دراصل نو آبادی (Colony) سے نکلا ہے جس کے لغوی ہیں: نئی آبادیاں یا نئی بستیاں۔ لفظ کالونی ایک لاطینی اصطلاح کالونیا (Colonia) سے مشتق ہے۔ Colonia لفظ کی وضاحت ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے:

> "Colonia پرانے رومی فوجیوں کی شہری بستی۔ وہ رومی شہری جو قصبے میں رہتے تھے ان کے پاس وسیع زرعی زمین ہوتی اور کافی حد تک مقامی امور میں ان کو حکومت کی خود اختیاری حاصل ہوتی۔ اس میں اردگرد کا علاقہ شامل ہوتا تھا"(۱)

نو آبادیات کے لفظی معنی نئی آبادی بسانا، کسی نئی جگہ آباد ہونا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرکے آباد ہونا کے ہیں۔ مختلف لغات میں اس لفظ کی وضاحت مختلف انداز میں کی گئی ہے۔ جواہر اللغات میں نو آبادکار اور نو آبادیات کے معنی کچھ اس طرح سے درج ہیں۔

> "نو آبادکار: کسی نئی آباد شدہ بستی میں آباد ہونے والا۔
> نو آبادیات: نو آباد کی جمع، نیا آباد کیا ہوا علاقہ"(۲)

فیروز اللغات اردو میں ان الفاظ کی وضاحت ان الفاظ میں کئی گئی ہے:

> "نو آباد۔ (ف۔ صف) حال ہی میں بسایا ہوا۔ تازہ آباد کیا ہوا۔ وہ زمین جس میں پہلی دفعہ ہل چلایا گیا ہو۔
> نو آبادکار۔ (ف۔ صف) کسی نئی آباد جگہ پر نیا نیا آباد ہونے والا۔
> نو آبادی۔ (ف۔ ا۔ مث) نیا آباد کیا ہوا علاقہ۔ کالونی۔
> نو آبادیات۔ (ف۔ ا۔ مث) نو آبادی کی جگہ مقبوضات۔(۳)

انگریزی لغات میں بھی اس لفظ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ انگریزی کی مشہور لغت LONGMAN میں یہ وضاحت کچھ اس طرح سے درج ہے:

> "Control by one power over a dependent area of people. A policy (advocating or board on such control'(۴)

ترجمہ:

> "کسی طاقت کا کسی تابع علاقے یا لوگوں پر اختیار قائم کرنا۔ ایسی پالیسی جو اس طرح کے اختیار کی حمایت کرے یا اسی بنیاد پر قائم ہو"

اس تعریف کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی محکوم قوم یا رقبے یا کالونی پر اقتدار کو نو آبادیات کہتے ہیں۔ اسی امر کی وضاحت آکسفورڈ انگریزی لغت میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

> ''A settlement in a new country, a body of people who settle in a new locality, forming a community subject to or connected with their parent state; the community so formed, consisting of their original settlers and their descendants and successors, as long as the connection with the parent state is kept up'' (۵)

ترجمہ:

> ''کسی نئے ملک میں آبادکاری؛ یعنی ایسے لوگوں کا گروہ جو کسی نئی جگہ پر آکر آباد ہو اور ایک ایسی کمیونٹی قائم کرے جو اپنی اصل ریاست کے تابع ہو یا اس سے جڑی ہوئی ہو۔ ایسی تشکیل شدہ کمیونٹی اُن ابتدائی آبادکاروں، ان کی نسلوں اور جانشینوں پر مشتمل ہوتی ہے، جب تک کہ ان کا رشتہ اپنی اصل ریاست کے ساتھ برقرار رہے''

اگر ہم تعریف پر غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں سب سے زیادہ مرکزی ریاست کی بنیادی حیثیت پر زور دیا گیا ہے، یعنی کہ ہم کہہ سکتے ہیں آبادکار جب بھی کسی نئی زمین کو آباد کرتے ہیں وہ اپنا تعلق آبائی ریاست سے برقرار رکھتے ہیں تو یہی نو آبادیات کی کامیاب صورت ہے۔ اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے روم میں کیا گیا تھا۔ نو آبادیات کا عمل صدیوں کی تاریخ کا احاطہ کرتا ہے۔ اصطلاح میں نو آبادیات سے مراد یہ ہے کہ ترقی یافتہ اقوام کا غیر پسماندہ علاقوں میں جاکر وہاں کی عوام کو یرغمال بنا کر ایسا نظام قائم کرنا، جس سے معاشی، سیاسی، تعلیمی، مذہبی، ثقافتی و تہذیبی لحاظ سے مقامی باشندے پر تسلط حاصل کیا جاسکے۔ ایک علاقے کے لوگوں کا دوسرے علاقے میں جاکر اپنی نئی آبادیاں قائم کرنا اور گرد و پیش کے علاقوں کو زیر تسلط لاکر اپنی حاکمیت کو توسیع دینا ہے۔ جہاں یہ نو آبادی قائم کی جاتی ہے وہاں کے اصل باشندوں پر یہ قابض گروہ اپنے قوانین، اپنی معاشرت اور اپنی حکومت مسلط کرتی ہے۔ یہ قابض گروہ اور نو آبادی کے باشندوں کے درمیان ناانصافی اور جبر پر مبنی ایک تعلق ہوتا ہے جس میں اصل باشندوں کا استحصال ہوتا ہے۔ فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا میں لفظ نو آبادیات کی وضاحت ان الفاظ میں درج ہے:

> ''نو آبادی (colony) غیر ملکیوں کی کسی بیرونی اور نسبتاً غیر آباد ملک میں آبادکاری جہاں وہ اپنے خود ردنوش اور رہائش کا معقول بندوبست کریں اور اپنے اصلی ملک سے تعلقات منقطع نہ کریں۔ تاریخ میں سب سے پہلے فونیشیا اور یونان کے باشندوں نے بحیرہ روم کے اردگرد اپنی نو آبادیات قائم کیں۔ موجودہ اقوام نے سترھویں صدی میں نو آبادیات کا سلسلہ شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں انگلستان، فرانس، ہالینڈ، بلجیم، ہسپانیہ اور پرتگال کی نو آبادیات کا ایک جال دنیا کے مختلف مقامات پر بچھ گیا''(۶)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ نو آبادیات سے مراد ایک مخصوص علاقے کے لوگوں کا کسی خاص مقصد کے تحت دوسرے علاقوں میں جاکر اپنی کالونیاں آباد کرنا اور اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ ایک نئے علاقے میں آبادکاری، افراد کا گروہ جو ایک نئی جگہ پر سکونت اختیار کرے اور ایسی قومیت تشکیل پاجائے جو خالص آبادکاروں اور ان کی آئندہ نسلوں اور جانشینوں پر مشتمل ہو اور ان سب

کا تعلق اپنی آبائی ریاست کے ساتھ قائم رہے۔ یعنی کہ ایک ایسا نظام جس میں ایک ریاست دوسری ریاست پر براہ راست قبضہ کرتی ہے اور اپنے اقتدار اعلیٰ کو وسعت دیتی ہے تاکہ بنیادی وسائل پر آسانی سے قبضہ کر سکے۔

نو آبادیاتی نظام میں دراصل استعمار کار ہر لحاظ سے مقامی ثقافت اور تہذیب کو کمتر گردانتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار وقتاً فوقتاً اس پر عمل درآمد کرتے ہیں تاکہ حاکم بن سکیں اور اپنی تہذیب و ثقافت کو دوسروں پر مسلط کر دیں یعنی کہ مقبوضہ علاقے کو ایسے خطے میں تبدیل کر دیا جاتا ہے کہ حاکم قوتیں ہر قسم کا فیصلہ کرتی ہیں اور اس فیصلے پر عمل درآمد بھی صرف انہیں کے اختیار میں ہوتا ہے۔ نو آبادکار کا نو آبادیاتی نظام قائم کرنے کا مقصد اپنے وسائل کے علاوہ کالونائزڈ مملکت کے بہترین وسائل سے استفادہ کرنا ہے تاکہ وہ اپنی معیشت کا ڈھانچہ از سر نو ترتیب دے سکیں۔ کالونائزڈ صرف اپنے مفاد کے لئے کام کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے ہر قسم کے وسائل پر قابض ہو جاتے ہیں تمام قسم کی معاشی و معاشرتی اور سیاسی و سماجی پالیسیوں کو یہی لوگ مرتب کرتے ہیں اور اپنے طریقے سے ہر نظام رائج کرنے کے بعد اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ نو آبادکار نو آبادیاتی نظام قائم کرنے سے پہلے مقامی آبادی کا ساٹھ فیصد حصہ اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں ان کی ذہنی تربیت اس طریقے سے کرتے ہیں کہ مقامی باشندے پھر باقی کی چالیس فیصد عوام کو بھی اپنے ساتھ اسی ذہنی غلامی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ معاشی و معاشرتی پالیسیاں مرتب کرنے کے بعد نو آبادکار اسی مقامی آبادی کے ذریعے سیاسی ڈھانچہ تیار کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے پنجے اتنی مظبوطی سے گاڑھ لیتے ہیں کہ پھر مقامی ثقافت کی جڑیں کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔

> ”نو آبادیات سے مراد ایک ایسا نظام ہوتا ہے جس میں استعمار کار اپنی نو آبادی میں مغلوب باشندے کی ثقافت کے ہر پہلو کو کمتر ظاہر کر کے اپنی (استعماری ثقافت) کو محکوم قوم پر مسلط کرتا ہے۔ کسی بھی نو آبادی بنانے کا مقصد اس ملک کی معیشت کو اپنے ہاتھوں میں لینا ہوتا ہے۔ معاشی مفاد کے حصول کے لئے استعمار کار، مقامی باشندے کو ثقافتی طور پر نشانہ بناتا ہے نو آبادی کی حیثیت محض صارف کی ہوتی ہے، جبکہ سامراجی ملک کی حیثیت صنعتی ہوتی ہے“(۷)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو طرح کی دنیائیں وجود میں آتی ہیں ایک نو آبادکار کی دنیا ہوتی ہے جبکہ مقامی باشندوں کا تعلق دوسری دنیا سے ہوتا ہے۔ ایک دنیا دوسری دنیا پر ہر صورت اپنا تسلط قائم کرنا چاہتی ہے اور کافی حد تک کامیاب بھی ہو جاتی ہے۔ بہت سے معاملات مقامی باشندوں کے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ نکلتے جاتے ہیں اور کنٹرول نو آبادکاروں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ شخصیت سازی سے لے کر ذہنی ساخت پرداخت سب کچھ نو آبادکار ترتیب دیتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت ڈاکٹر ناصر عباس نیّر یوں کرتے ہیں:

> ”نو آبادکار، نو آبادیاتی دنیا کو دو میں تقسیم ہی نہیں کرتا، نو آبادیاتی باشندوں کی دنیا کو تشکیل بھی کرتا ہے دوسرے لفظوں میں نو آبادیاتی باشندوں کی دنیا ان کی اپنی دنیا نہیں ہوتی، انہیں اپنی دنیا پر کوئی تصرف اور اختیار نہیں ہوتا نہ اس دنیا کے حقیقی، عملی معاملات پر اور نہ اس دنیا کے تصور اور اس نظام اقدار پر۔ وہ اپنی ہی دنیا میں اجنبی اور اس سے "باہر" ہوتے ہیں۔ غضب یہ ہے کہ نو آبادیاتی باشندے کو نو آبادکار جو تصور ذات دیتا ہے وہ اسے بالعموم قبول کرتا اور اس کے مطابق جینا شروع کر دیتا ہے اور نو

آبادیاتی دنیا میں جو کردار اسے ادا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے، وہ اسے عموماً تسلیم کرتا ہے"(۸)

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نو آبادیاتی نظام قائم ہونے سے قبل نو آبادکار مقامی باشندوں کے سامنے ایک نئی دنیا تخلیق کرتے ہیں جس میں ان کی ثقافت، تہذیب و تمدن اور اقدار کی وساطت سے ایسا لائحہ عمل تیار کر لیا جاتا ہے کہ مقامی لوگوں کو اپنی بقا کی بہترین صورتیں نظر آتی ہیں اور وہ اسی لائحہ عمل کو اپنی سلامتی کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہوئے افہام و تفہیم سے کام لیتے ہیں اور اپنے کئی اختیارات ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اسی سبب نو آبادکار اپنے مضموم مقاصد کو بروئے کار لاتا ہے اور مقامی باشندوں کے وسائل پر کئی طرح سے تصرف حاصل کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر ریاض ہمدانی نو آبادیات کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"نو آبادیات ایک ایسا نظام ہے جس میں ایک طاقت ور ملک کمزور ریاست پر براہ راست اپنا عسکری، سیاسی، معاشی اور ثقافتی تسلط قائم کرتا ہے۔ اپنے اقتدار اعلیٰ کو وسعت دے کر دوسرے علاقوں پر قبضہ کیا جاتا ہے تاکہ مقامی آبادی کی افرادی قوت اور وسائل پر دسترس حاصل ہو"(۹)

گویا کوئی بھی غیر ملکی طاقت اپنی سرحدی حدود سے باہر، دوسری اقوام کے اقتدار اعلیٰ کو ختم کرتی ہے اور وہاں اپنے اقتدار کو مستحکم کرتی اور مقامی لوگوں کے حقوق و وسائل کا استحصال کر کے اپنے آبائی وطن کو معاشی طور پر مضبوط کرتی ہے۔ تاریخی شعور کئی طرح سے نو آبادیاتی صورت حال جنم دیتا ہے سوال یہ ہے کہ نو آبادیاتی صورت حال کیا ہے؟ "نو آبادیاتی صورت حال فطری اور منطقی صورت حال نہیں ہے یہ از خود کسی قابل فہم فطری قانون کے تحت رونما نہیں ہوتی۔ ہر چند اس کی رونمائی تاریخ کے ایک خاص لمحے میں ہوتی ہے، مگر تاریخ کا یہ لمحہ کسی الہامی حکم یا فطری طاقتوں کے اپنے قوانین کی "پیداوار" نہیں ہوتا اسے "پیدا" کیا جاتا ہے، اس لئے مخصوص مقاصد کے حصول کو سامنے رکھا جاتا ہے، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ انسانوں کے مخصوص گروہ کے ہاتھوں مخصوص مقاصد کی خاطر برپا ہونے والی صورت حال ہے۔ اس گروہ کو نو آبادکار کا نام دیا گیا ہے نو آبادکار بعض تاریخی قوتوں کو اپنے اختیار میں لا کر ایک نئی "تاریخی صورت حال" کی تشکیل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے، جو اس کی سیاسی اور معاشی مفادات کی کفیل ہوتی ہے (۱۰)۔ یہیں سے ایک نئی تاریخ (تھیوری) وجود میں آتی ہے اور تاریخ کا یہی بدلاؤ بہت سے نئے امکانات کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

ان تصریحات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ نو آبادیاتی نظام میں کسی نہ کسی لحاظ سے طاقتور ریاست کمزور ریاست پر اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے اور مقامی آبادی کے سیاسی و معاشی، سماجی و معاشرتی غرض ہر طرح کے وسائل پر قبضہ کر لیا جاتا ہے یہ سارے سیٹلمنٹ اس طریقے سے کی جاتی ہے کہ مقبوضہ علاقوں پر وراثتی حق ظاہر کیا جاسکے۔ جب ہم بات کریں کہ نو آبادیاتی نظام یا نو آبادیات کی اصطلاح سب سے پہلے کہاں استعمال ہوئی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نو آبادیات کا تصور اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ انسان۔ انسان ابتدا ہی سے نئی بستیاں اور کالونیاں آباد کرتا رہا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نو آبادیات کے معانی و مفہوم میں تبدیلی آتی چلی گئی اور کئی متنوع صورتیں وجود میں آئیں یہ عمل طویل تاریخی دور کا احاطی کئے وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا اور طاقت کے ساتھ ساتھ قبضہ کا عمل انسانی تاریخ میں جاری و ساری رہا۔ تاریخ کے مطالعے سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ نو آبادیاتی نظام کا وجود صرف ہندوستان پر وارد ہونے کے سبب نہیں آیا بلکہ یہ روایت پہلے سے موجود ہے۔ "مصر کے فرعونوں نے اپنے ملک میں صرف اہرام کی تعمیر کے لئے قوموں کو پامال کیا۔ سنہرے لال کی اقوام نے اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے دوسری اقوام کے لوگ اپنے معبودوں

کے سامنے ذبح کئے آریا جنوبی ایشیا اور ایران، ترکی کے علاوہ یورپ پر بھی بار بار آئے۔ ہر متحرک معاشرہ سوئے ہوئے معاشرے پر اور ہر طاقت ور قوم کمزوروں پر حاوی رہی"(۱۱)۔ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کی تاریخ ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے جہاں ترقی یافتہ ممالک نے ترقی پذیر ممالک کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا اور غلامی کی کئی صورتوں کو جنم دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان ترقی کی منازل طے کرتا گیا اور اسی لئے دنیا کے مختلف حصوں پر اس کی رسائی آسان ہوئی ۔ سولھویں صدی میں ٹیکنالوجی کی ترقی نے نو آبادیاتی نظام کو وسعت عطا کی اسی لیے سمندری راستوں کی دریافت کے بعد یورپی اقوام ،افریقہ آسٹریلیا امریکہ اور ایشیا کے مختلف حصوں پر قابض ہوئی اور انہیں نو آبادی بنایا۔ یورپی ممالک میں سپین، ہالینڈ، جرمنی، اٹلی، بیلجیم، پرتگال، فرانس اور برطانیہ وغیرہ شامل ہیں انہیں ممالک نے استعمارانہ نظام بھی قائم کیا اور یورپ کی معیشت کو مستحکم کرنے کی بھی کوشش کی۔ نو آبادیاتی نظام نے ایسی فکر کو پروان چڑھانے کی کوشش کی جس میں اس امر پر زور دیا گیا کہ دنیا میں کچھ قومیں مہذب ہیں اور کچھ قومیں پس ماندہ اور غیر مہذب، پھر نو آبادکاریہ بھی سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ جس تہذیب کے پیروکار ہیں وہ اندازہ فکر سائنسی ہے اور نو آباد کی ترقی اسی نظام کی پیروی میں مضمر ہے۔ جب ہم برصغیر میں نو آبادیاتی نظام کے آغاز کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں یہی رویہ نظر آتا ہے۔

ہندوستان میں اگر ہم انگریزوں کی آمد کو دیکھنے کی کوشش کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ برصغیر میں نو آبادیاتی نظام کا آغاز ۲۷ مئی ۱۴۹۸ء کو ہوا جب پہلا یورپی پرتگالی جہاز ران واسکوڈ گاما جنوبی ہندوستان کی بندرگاہ کالی کٹ پہنچا۔ پرتگالی سلطنت نے ۱۵۱۰ء میں گوا کی بندرگاہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا جو ۱۹۶۵ء تک تقریباً رہا جس کا خاتمہ انڈین فورس کی مدد سے بھارتی حکومت نے کیا۔ بعض مورخین کے مطابق انگریزوں کا پہلا تجارتی جہاز تقریباً بندرگاہ پر ۱۶۰۱ میں لنگر انداز ہوا تھا، ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی حکومت تھی جبکہ انگلستان میں اس وقت ملکہ الزبتھ حکومتی امور سنبھال رہی تھیں۔ سترہویں صدی کے آغاز ہی میں ولندیزیوں نے مقبوضہ علاقوں پر قبضہ شروع کر دیا تھا، واضح رہے کہ یہ مقبوضہ علاقے پرتگیزوں کے تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں دوسری اقوام جیسے کہ فرانس وغیرہ بھی شامل ہو گئے تھے جنہوں نے اپنے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر بہت سی جنگیں لڑیں۔ جبکہ ہم جب تاریخ کا عمیق مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد ۱۷۰۷ میں مغلیہ سلطنت کا ایک زوال شروع ہوا جس نے انگریزوں کے قدم مزید مضبوط ہونے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۷۰۷ء میں اورنگزیب کی وفات ہوئی، مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہوئی۔ کمپنی نے ۱۷۱۷ء میں شہنشاہ ہند "فرخ سیر" سے تجارتی پرمٹ حاصل کیا جس کی رو سے بغیر ٹیکس کے پورے ہندوستان میں تجارت کرنے کی اجازت مل گئی انگریزوں کے سامنے کوئی دوسری یورپی کمپنی قدم نہ جما سکی۔ کمپنی نے تجارت کی آڑ میں مختلف علاقوں کو اپنے قبضے میں کرنے کی ہمت باندھی(۱۲)۔ اور صاف ظاہر ہے اس تناظر میں اگلے کچھ برسوں ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا سیاسی موقف اختیار کرتے ہوئے اپنے قدم مضبوطی سے جمائے، اس صورت حال میں اٹھارہویں صدی کا برصغیر ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے سے ایک مضبوط ستون کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ تقریباً ۱۷۵۷ یعنی پلاسی کی جنگ کے بعد بنگال و بہار اور برصغیر کے شمال مشرقی علاقے انگریزوں کے قبضے میں چلے گئے تھے، دراصل پلاسی کی جنگ نے ایک تجارتی لوگ جو کمپنی کے نام کو استعمال کر رہے تھے ان سب کو ایک بااختیار ادارے میں تبدیل کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ۱۷۸۴ کے انڈیا ایکٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظام میں بہت سی اہم تبدیلیاں پیدا کیں جس میں ایک سب سے اہم تبدیلی یہ پیدا ہوئی کہ کمپنی کو برطانوی کابینہ کے ماتحت کر دیا گیا اور ایک ایسا "بورڈ آف کنٹرول" بنایا گیا جو برصغیر ہی میں کمپنی کی تمام سیاسی پالیسیوں کی نگرانی کرتا تھا۔ اس امر کی وضاحت میں جب ہم انگریزوں کا رویہ

دیکھتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان میں ایک تاجر کے روپ میں داخل ہوا اور صاف ظاہر ہے س وقت کسی قسم کا نسلی احساس برتری پیش نظر نہیں تھا۔ اس نے یہاں رہنے کے ساتھ ساتھ برصغیر کی زبان، معاش، عادات، تعلیم، سیاست اور بالخصوص تہذیب و ثقافت کو بہت قریب سے پرکھنا شروع کیا اور پھر جیسے جیسے ایسٹ انڈیا کمپنی مضبوط ہوتی گئی ویسے ویسے ہی انگریزی اقدار بھی مستحکم ہوتی رہیں۔ اس امر کی وضاحت ڈاکٹر مبارک علی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''ابتدائی دور میں جب انگریز بحیثیت تاجر کے ہندوستان میں آئے تو وہ ہندوستانی تہذیب و تمدن اور ثقافت سے متاثر ہوئے۔ وہ یہاں کے لوگوں میں گھل مل کر رہتے۔ انہوں نے یہاں کا رہن سہن، طرز معاشرت اور عادات واطوار کو اختیار کیا اور اسی ثقافت میں مدغم ہوگئے۔ ابتدائی دور کے انگریز نہ تو تہذیبی برتری کے تصور میں مبتلا نظر آتا ہے اور نہ ہی نسلی فوقیت کا شکار اور نہ ہی اس میں اہل ہندوستان کے لئے نفرت و حقارت کے جذبات ملتے ہیں۔ سترہویں سے اٹھارہویں صدی تک انگلستان اور ہندوستان کی ثقافت میں برابری کا احساس تھا''(۱۳)

ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب اپنے قدم مضبوطی سے جمائے تو نظم وضبط کے لیے مختلف محکمے قائم کئے اور فارسی زبان کا استعمال کیا اور اسی لئے کمپنی کی تعلیمی پالیسی میں بھی ان زبانوں کو شامل کیا گیا تھا اور مختلف طریقے سے ان کی ترویج کے لئے کام بھی کیا گیا مگر بعد میں تہذیبی زبان کو پالیسی سے خارج بھی کر دیا گیا تھا۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی تک پہنچتے پہنچتے ایک بات طے ہوگئی تھی کہ یہ صرف کسی بھی سیاسی جنگ کو ''جنگ آزادی'' نام نہیں دیا گیا تھا بلکہ یہ دو تہذیبوں کے درمیان ایک ایسی کشمکش تھی جس میں ''مقامی وغیر مقامی'' دو تہذیبیں برسرپیکار تھیں۔ اور یہی وہ نکتہ آغاز تھا جس نے برصغیر کے ڈھانچے کو باقاعدہ طور پر بدل کر رکھ دیا تھا۔ برصغیر کے مقامی لوگ براہ راست مغربی اثرات کی زد میں آگئے تھے اور اب باقاعدہ طور پر برصغیر کا رشتہ انگلستان کی پارلیمنٹ سے استوار ہو چکا تھا، اس امر نے ہندوستان میں تہذیبی کشمکش کا آغاز کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مغربی اثرات نا صرف سیاست میں نظر نہیں آنے لگے تھے بلکہ برصغیر میں تہذیب و ثقافت اور تعلیمی میدان میں بھی مغربی اثرات واضح نظر آنے لگے تھے اور انہیں بدلتے ماحول نے خیالا ت میں واضح تبدیلی پیدا کی، اس تبدیلی نے برصغیر میں موجود مقامی لوگوں کی معیار زندگی کو متاثر کیا ایک نئے طرح کا منظر نامہ ابھرا ۔اس قسم کے ماحول نے سب سے پہلے برصغیر میں موجودہ قوم کو ذہنی غلامی میں مبتلا کیا جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ لوگوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی۔ برصغیر کے لوگ محکوم ہو چکے تھے اور انگریز بنیادی طور پر بطور فاتح ابھر کر منظر عام پر آئے تھے اس لیے ان کی تہذیب دن بدن مستحکم ہوتی جارہی تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ صنعت و حرفت کے اعتبار سے ہندوستان بہترین وسائل سے مالا مال تھا۔ برصغیر میں ہندو مسلم قومیں آباد تھیں انگریزوں نے آکر کالونیاں قائم کیں اور آہستہ آہستہ اپنے قدم مضبوطی سے جمانا شروع کر دیئے چونکہ نو آبادکار کا سب سے پہلا ہدف عوامی وسائل پر تصرف حاصل کرنا ہوتا ہے بہترین وسائل کے سبب مقامی لوگ سرمایہ پیدا کر رہے تھے اور صنعتی و معاشی لحاظ سے دن بدن ترقی کی طرف گامزن تھے لیکن انگریزوں نے آتے ہی تمام وسائل کو اپنے قبضے میں کر لیا اور یہیں سے تفریق اور تقسیم کی نئی صورتیں سامنے آئیں ہر چیز پر ذاتی تصرف کا تصور پیدا ہوا، اور "سرمایہ دارانہ نظام "وجود میں آیا۔ یہاں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ سرمایہ داری سے کیا مراد ہے؟ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''سرمایہ دارانہ نظام میں اشتراکیت کی طرح ذاتی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ سرمایے کی بالادستی قائم ہو جاتی ہے۔ حقیقتاً ہر شخص اجرت کمانے والا ہو جاتا ہے۔ The wage form

is universalized ہر آدمی بس ایک مزدور ہے جسے اجرت مل رہی ہے۔ مزدوری کیا ہے؟ یہ کہ آپ اپنے وقت کو بیچتے ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ مزدوری غلامی نہیں ہوتی، لیکن عملاً یہ سرمایہ، غلامی کا ہی دوسرا نام ہے۔ آپ نے اپنا وقت بیچ دیا اس کے بعد جس نے خریدا ہے، وہ آپ سے جو بھی چاہے معاملہ کرے، خود ایک مجبور محض ہے۔ وہ کیا کروا سکتا ہے؟ وہی کروا سکتا ہے جس کے نتیجے میں سرمایہ کی بڑھوتری ہو۔ چنانچہ ہر شخص غلام ہے اور اجرت کمار ہا ہے۔ جو لوگ اجرت نہیں کمار ہے ہیں وہ Dividend کمار ہے ہیں یا سود۔ یہ سب کے سب اس بات پر انحصار کرتے ہیں کہ سرمایے کی بڑھوتری کیسے ممکن بنائی جائے؟ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام کی خصوصیت ہے کہ اس میں ملکیت ختم ہوتی ہے۔ ذاتی ملکیت کی جگہ کارپوریٹ ملکیت لے لیتی ہے۔ کارپوریٹ ملکیت کی جگہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ مزدوری عالمگیر طریقہ ہو جائے۔۔۔ ہر شخص مزدور بن جائے۔۔۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ Financial Market غالب ہوتی چلی جاتی ہے" (۱۴)۔ انگریزوں نے ہندوستان میں بھی اسی نظام کو متعارف کروایا اور جب انہیں استعمار کاروں نے صنعتوں کو اپنے قبضہ میں لیا اور انسانوں کو مشینی دور میں داخل کر دیا سرمایہ دارانہ نظام کے وجود میں آنے سے مساوی تقسیم کو ٹھیس پہنچی اور سماجی ناانصافی کا ایک نیا زاویہ سامنے آیا۔ کارل مارکس کی شہرہ آفاق تصنیف "داس کیپیٹل" جس کا ترجمہ م۔م جوہر بھٹی ن "سرمایہ" کے نام سے کیا اس میں درج بالا بحث کی وضاحت ان الفاظ میں درج ہے۔

> "سرمایہ دار جب کارخانہ بناتا ہے تو بہت ہی دیکھ بھال کر تقسیم کا عمل کرتا ہے اور اس تقسیم کے عمل سے بہت فائدہ اٹھاتا ہے لیکن جب سرمایہ دارانہ جماعت سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس نوعیت کا سماجی نظام قائم کرنا چاہئیے جس میں سماجی ضرورت کے مطابق تقسیم عمل ہو یعنی سوشلزم۔ تو دنیا کی سامراج جماعت بہت ناراض ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ سماج میں ریاضی کی نسبت کے ساتھ تقسیم عمل کرنے سے ساری سماج ایک بڑی فیکڑی میں تبدیل ہو جائے گی جو نہایت غیر موزوں ہو گا۔ کیا لطف کی بات ہے کہ جہاں تک سرمایہ دار کی ذات کا تعلق ہے وہاں تک فیکٹری میں تقسیم عمل بہت بہتر شے ہے لیکن جہاں کل سماج کی بہبود کا سوال ہے وہاں اس سے بدتر کوئی عمل نہیں" (۱۵)

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ انگریزوں نے آتے ہی جاگیر دارانہ نظام کو جب متعارف کرایا تو ہر چیز کی غیر منصفانہ تقسیم شروع کی اور برطانوی سامراج جو صرف تجارتی غرض سے آیا تھا اس لئے جلد ہی انہوں نے بمبئی، کراچی اور کلکتہ کے علاوہ چھوٹے بڑے شہروں کی بنیاد رکھی۔ آگرہ، دہلی، لاہور اور ایسے پرانے اور اہم شہروں کو بھی تجارتی و صنعتی مقاصد کے لئے استعمال کیا اسی صورت حال کے سبب انگریزوں نے دو اصطلاحیں نو آبادیاتی جاگیر داری اور نو آبادیاتی سرمایہ داری متعارف کرائیں جس کے اثرات ہم آج تک خود سے نہیں نکال سکے اور ان دونوں نظاموں کو جو جس جدید انداز میں پیش کیا گیا اس تخریب کاری نے مقامی رعایا کو مجبور کر دیا کہ وہ انگریزوں کے تابع رہیں۔ "استعمار کار نے پرانا جاگیر داری نظام ختم کر کے ایک نیا جاگیر داری نظام متعارف کروایا، جسے نو آبادیاتی جاگیر داری کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے استعمار کار نے عوام کے نچلے طبقے (مزدور، مقامی کسان) کو کنٹرول کرنے کے لئے علاقے میں ایک جاگیریں عطا کر کے اسے اپنا نمائندہ مقرر کر دیا اس نمائندہ کی طاقت اس کی زمین میں تھی یہ جاگیر "استعمار کار" کی جانب سے ملی ہوتی تھی۔ نو آبادیاتی جاگیر دار نے رعایا کو دبا کے رکھا کسان سے وہ فصل اگانے کا حکم دیا جاتا جو استعمار کار کے لئے منافع بخش ہو۔ انگریزوں کی طرف سے کسی کو عطا کی گئی جاگیر جس کے بل بوتے پر وہ جاگیر دار مقامی رعایا کو انگریزی مفاد کے تابع رہنے پر

مجبور کرے، ایسی جاگیر داری کو "نو آبادیاتی جاگیر داری" کہتے ہیں" (۱۶)۔ چونکہ نو آبادکار نے سب سے زیادہ ہندوستان کے زرعی اور صنعتی نظام کو متاثر کیا۔ جاگیروں پر تصرف حاصل کیا اور زراعت پر بے جا قبضہ کر کے سرمایہ داری کی نئی اشکال وجود میں لائے اور ہندوستان جو زراعت کے اعتبار سے بہترین ملک تھا وہاں نو آبادیاتی جاگیر داری کے بعد کالونیل سرمایہ داری متعارف کرائی گئی یہاں اس امر کی تفہیم ضروری ہے کہ کالونیل سرمایہ کاری سے ہماری کیا مراد ہے؟ "استعمار کار ہمیشہ اپنے معاشی مفاد کی خاطر پالیسیاں تیار کرتا ہے نو آبادی میں دیہاتوں کو نو آبادیاتی جاگیر داری کے ذریعے کنٹرول کیا گیا اسی طرح شہروں میں مزدور یا درمیانے تاجر، صعنت کار کو کنٹرول کرنے کے لئے کالونیل سرمایہ داری متعارف کرائی گئی ایسی سرمایہ داری جو کالونیل مفاد کے تابع ہو کالونیل سرمایہ داری کہلاتی ہے۔ کالونیل سرمایہ دار انگریزی مفادات کے تحت اپنی سرمایہ کاری کرتا ہے مزدور کے ساتھ ظلم وزیادتی کی جاتی ہے مزدور کو اس حال میں رکھا جاتا ہے کہ وہ کسی تنظیم، احتجاج یا مزاحمت کی طرف نہ جا سکے" (۱۷) کسی بھی زراعت کو جب حاشیائی سطحوں پر ناپا تولا جاتا ہے تو پیداوار کی تقسیم صرف ایک مخصوص طبقے یعنی ورکنگ کلاس تک محدود ہو جاتی ہے اور یہیں سے مزدور کا استحصال شروع ہوتا ہے۔ ہندوستان میں نو آبادکاروں نے یہی نظام متعارف کرایا اور پھر کئی عرصہ معاشی مفاد کے حصول کے لئے غاصب قوتیں وسائل پر قابض رہی۔ ان تمام تصریحات کے مطالعے کے بعد یہ بات باآسانی کہی جاسکتی ہے کہ انگریزوں نے ہر لحاظ سے ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے ۔۱۸۵۷ میں جب انگریزوں کی باقاعدہ حکومت قائم ہوئی تو معاشرہ مزید زوال کا شکار ہوا۔

۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد ہندوستان کو باقاعدہ نو آبادی کا درجہ دے دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی شہنشاہ ہند کے تکلف کو بھی ختم کر دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے یا بعد میں آزادی پسند قوتوں نے اپنی ناکامی کو ایک شکست کے طور پر قبول نہیں کیا اور دوسری طرف نو آبادیاتی حکمران اس بات کا ادراک رکھتے تھے کہ برصغیر کی آبادی میں سے مسلمان واحد قوم ہے جو ان کے لئے سب سے زیادہ خطرے کا باعث بن سکتی ہے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی شناخت کو ہر ممکن طریقے سے ختم کرنے کی کوشش کی، ان بیانات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایک ایسے رہنما کی ضرورت تھی جو ان کا ہاتھ پکڑ کر منزل کا تعین کرے مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں کی حالت بہتر تھی کیونکہ وہاں کچھ ایسے مصلح پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے اپنی قوم کی اصلاح کی کوششیں شروع کر دیں تھیں جیسے راجہ رام عرصہ ہم پر حکومت کرنی ہے کیونکہ ۱۸۵۷ء کے اس ہنگامے کی ذمہ داری پوری طرح انگریزوں پر عائد ہوتی ہے ہندوستان انگریزوں کا ملک نہیں تھا یہاں ان کی حیثیت محض تاجروں کی تھی لیکن جب انہوں نے ہندوستان کے حکمرانوں کی نااتفاقیوں سے فائدہ اٹھا کر بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور حکمرانوں کی حیثیت اختیار کر لی تب بھی وہ اپنے آپ کو غیر ملکی بالاتر قوم سمجھتے رہے ان سے پہلے بھی بہت سے حملہ آور ہندوستان میں آئے تھے لیکن ہندوستان کو فتح کرنے کے بعد وہ یہاں پر ہی بس گئے تھے اور اسی سر زمین کو اپنا وطن سمجھنے لگے۔ انگریزوں نے مکمل طور پر تصرف حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کی بقا کے تمام راستے مسدود کر دیئے اور تمام حکمت عملیاں اس طریقے سے ترتیب دی گئیں کہ مقامی لوگوں سے فاصلہ رکھا جائے تاکہ ان لوگوں کی تراخ کو بے وقعت بنا سکیں ۔ وہ رشتہ کو استعمار کار اور استعمار زدہ کے درمیان سلیقے سے وجود میں لایا گیا اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہندوستانی عوام کے ساتھ، بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک روا رکھا گیا کہ وہ لوگ ذہنی طور پر منتشر ہو گئے اور یہی استعمار کار کا اہم ہدف ہوتا ہے۔ "نو آباد کار خود کو مہذب اور اعلیٰ انسان تصور کرتے ہیں اور کرواتے ہیں جب تک وہ یہ تصور ناپیدا کر سکیں ان کے لئے اپنا استحکام قائم کرنا مشکل ہو جاتا ہے استعمار زدہ ذہنی طور پر اس انتہا کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ کس طرح نو آبادکار کا وفادار ثابت ہوتا ہے اور ان جیسا بن جائے" (۱۸)۔

یعنی کہ نو آبادکار استحصال کنندہ کا کردار ادا کرتا ہے اور نو آبادیاتی باشندوں کی حیثیت کو کمتر گردانتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ: ''نو آبادکار کی زندگی کا دائرہ کار نو آبادیاتی باشندوں سے الگ ہوتا ہے وہ یہ باور کراتا ہے کہ نو آبادیاتی باشندوں کے علوم وفنون اور افکار بہت پسماندہ، پرانے اور روایتی ہیں جن کی موجودہ دور میں کوئی اہمیت اور ضرورت نہیں اس سے نو آبادکار کا مقصد صرف اور صرف اپنی تہذیب وثقافت کو نو آبادیاتی باشندوں پر مسلط کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ احساس محکومی میں مبتلا رہیں''(۱۹)۔ نو آبادیاتی نظام کے ثمرات ہمیں تعلیمی، مذہبی، سماجی، معاشی، اقتصادی، قانونی اور معاشرتی طور پر نظر آنے لگے کیونکہ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی نے صرف ہماری تاریخ کو ہی نہیں بلکہ تاریخی شعور کو بھی بدل کر رکھ دیا تھا کیونکہ اس کے بعد ہم ایک ایسے دور کے نمائندہ بنے کہ ہم ہر چیز کو ایک نئے زاویے سے پرکھنے لگے اور وہ زاویہ یا پیمانہ ہمیں انگریزوں نے نو آبادیاتی نظام کی صورت میں دیا تھا۔ درج بالا تمام بحث کے بعد ہم یہ بات با آسانی کرسکتے ہیں کہ نو آبادیاتی نظام قائم ہوجانے کے بعد مقامی باشندوں کی دنیا اور نو آبادکار کی دنیا ہمیشہ ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہیں۔ الغرض یہ کہ انگریزوں کی آمد نے سماجی طور پر جو تبدیلیاں پیدا کیں اس نے برصغیر کا سارا منظر نامہ بدل کر رکھ دیا کیونکہ عقائد، نظریات، سماجیات، معیشت بلخصوص سیاست ہر چیز پر مغربی تہذیب کی چھاپ نظر آنے لگی، ادب میں بھی یہ اثرات واضح طور پر ابھر کر سامنے آئے مقامی ادب نے بالواسطہ طور پر انگریزی ادب سے اثرات قبول کرنا شروع کر دیئے جس سے جدید موضوعات مقامی ادب کا حصہ بننا شروع ہوئے۔ ذہنی رویوں کے بدلنے کے ساتھ ساتھ عوام کی زندگی میں بھی انقلاب پیدا ہوا جس نے سماج کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ المختصر ہم کہہ سکتے ہیں انگریزوں نے صرف اپنی حکومت قائم نہیں کی تھی بلکہ مغربی تہذیب بھی اپنے گہرے نقش ثبت کرنے میں کامیاب ہوچکی تھی۔ انگریز تقریباً ۱۶۰۰ میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور ۱۹۴۷ تک یہیں قیام پذیر رہے، تقریباً دو صدیوں پر مشتمل اس دورانیہ کو نو آبادیاتی عہد کا نام دیا جاسکتا ہے، گو کہ ہندوستان میں نو آبادیاتی عہد کا باقاعدہ آغاز ۱۸۵۷ میں ہوا لیکن انگریزوں کے قیام نے اس نظام کا آغاز بہت پہلے سے کر دیا تھا یہاں درج بالا بحث کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مفاہمت کے بعد کیا ہم نو آبادیاتی نظام سے چھٹکارا حاصل کرسکے؟ یہ سوال ہمیشہ موجود رہے گا۔ کیونکہ نو آبادیات کے بعد ہمارے ہاں ایک اصطلاح رائج ہوئی جسے ہم **"مابعد نو آبادیات"** کا نام دیتے ہیں۔

مابعد جدید تنقید کی ایک ذیلی تھیوری **مابعد نو آدیات** ہے۔ یہ ایک ثقافتی، معاشی، سیاسی اور بالخصوص ادبی اصطلاح ہے جس کے لفظی معنی ہیں: ''نو آبادیاتی عہد کے بعد کا دور''۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ دراصل ایک ایسا کالونیل ڈسکورس کا مطالعہ ہے جس میں ہم نو آبادیاتی دور میں وقوع پذیر ہونے والے ثقافتی رشتے کا مطالعہ کرتے ہیں یہ رشتہ دراصل استعمار کار اور مقامی باشندے کے درمیان تخلیق ہوتا ہے۔ مابعد نو آبادیات کی تعریف کو ہم ان الفاظ میں بیان کرسکتے ہیں:

> ''مابعد نو آبادیات سے مراد وہ طریقے ہیں جن کی مدد سے نو آبادیوں (وہ ممالک جو دوسروں کے زیر تسلط رہے) کو آزادی ملنے کے بعد وہاں کے لوگوں کی نسلیت، قومیت، ثقافت اور تشخص کی عکاسی کی گئی ہو''(۲۰)

مابعد نو آبادیاتی مطالعات اور ان کا دائرہ کار وسیع امکانات کا حامل ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نو آبادیات کا خاتمہ ہی بنیادی طور پر مابعد نو آبادیات کہلاتا ہے، دراصل مابعد نو آبادیات ایک ایسا طرز فکر ہے جو اس وقت بھی وجود میں آسکتا ہے جب انتظامی اور سیاسی حوالے سے کوئی بھی کالونی یا ملک استعماروں کے قبضے میں ہو۔ مابعد نو آبادیات، نو آبادیاتی رابطے کے پہلے ہی لمحے سے شروع ہوجاتا ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کمپوزیشن کا ڈسکورس ہے جسے استعمار وجود میں لاتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی تھیوری بنیادی طور پر استعمار کار اور استعمار زدہ کے درمیان پائے جانے والے رشتے کا تعین کرتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر احتشام علی رقمطراز ہیں:

> "مابعد نو آبادیات، مابعد جدید تنقید کی ایک ذیلی تھیوری ہے۔ یہ تھیوری دنیا کے مختلف علاقوں میں وقوع پذیر ہونے والی ادبی صورت حال کو ان سماجی اور ثقافتی رشتوں کے تناظر میں پرکھتی ہے، جو استعمار کاروں اور استعمار زدہ مقامی باشندوں کے مابین تشکیل پاتے ہیں" (۲۱)

مابعد نو آبادت کی تفہیم اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ دراصل نو آبادیاتی نظام اور ان حکمت عملیوں کا مطالعہ ہے جو استعمار کار مقامی باشندوں کے ساتھ برتتے رہے ہیں۔ مابعد نو آبادیات کے حوالے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

> "Post-colonialism, rather, begins from the very first Moment of colonial contact.it is the discourse of compositionality which colonialism brings into being. (۲۲)

ترجمہ:

> "مابعد نو آبادیات در حقیقت اُس پہلے لمحے سے ہی آغاز پذیر ہو جاتی ہے جب نو آبادیاتی رابطہ قائم ہوتا ہے۔ یہ اُس تشکیل پذیر بیانیے کا نام ہے جو نو آبادیات کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے"

مابعد نو آبادیات ایک سیاسی، ثقافتی اور بالخصوص ادبی اصطلاح ہے۔ "پوسٹ کلونیلیزم ایک خاص صورت ہے جس کی واضح پہچان اور شناخت اجتماعی ڈھنگ سے ۱۹۸۰ء کے آس پاس شروع ہوتی ہے اور جس کا دامن، کلونیلیزم کی نجات سے دنیا کی نئی گھیر ابند سیاست نیو ورلڈ آرڈر کی مخالفت سے، سوشلسٹ عوامی جدوجہد تک پھیلاؤ اور جس میں انتزاع سویت روس کے مسائل بھی شامل ہو گئے ہیں اس لئے اب یہ اصطلاح صرف سیاسی اصطلاح نہیں رہی بلکہ مغرب میں تو یہ ادبی تحریک یا ادبی تھیوری بنی ہے" (۲۳)۔ اگر ہم دیکھیں تو مابعد نو آبادیات کی اصطلاح لمحہ موجود تک سامراجی نظام سے متاثرہ ان تمام ثقافتوں میں احاطہ مطالعہ میں لاتی ہے جو نو آبادیاتی نظام کی دین ہے۔ کیونکہ جب ہم نو آبادیاتی نظام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ استعمار کاروں کی پوری تاریخ ہمارے ہاں نفسیاتی غلبے کا تصور پیش کرتی ہے۔ نو آبادیاتی دنیا کی تخلیق میں سب سے زیادہ عمل دخل ثقافت کا ہوتا ہے اور نشانہ بھی اسے ہی بنایا ہے اور استعمار زدہ کو ایک ایسی کشمکش میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ وہ نو آبادیاتی دور کے ختم ہو جانے کے باوجود بھی ان نفسیاتی جکڑ بندیوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا جو استعمار کار اس کے ارد گرد پھیلاتا ہے۔

مابعد نو آبادیات ایک طرز مطالعہ ہے جس میں تجربات کی موضوعیت اور تاریخی عمل کی معروضیت کے درمیان تعلق کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ مابعد نو آبادیات کی ابتدا دراصل ان تجربات اور سیاسی بصیرتوں کی بدولت ہوتی ہے جو نو آبادیاتی ثقافتی اور سیاسی غلبے کے خلاف مزاحمت کے دوران منظر عام پر آئے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ مابعد نو آبادیات غیر مغربی دنیا اور مغربی دنیا کے درمیان سیاسی، ثقافتی اور معاشی لحاظ سے رشتوں کو دیکھنے کا ایک عمل ہے۔ یعنی کہ معاشرے میں رائج استحصال کی صورتوں کا شعور ہونا اور پھر ان کے خلاف آواز بلند کرنا، طاقت کے مرکز کو چیلنج کرتے ہوئے حاشیے پر پائے جانے والے کرداروں کو آواز عطا کرنا ہی مابعد نو آبادیات ہے۔

اور طاقت کے چیلنج کا عمل تب تک موجود رہے گا جب تک ہر قسم کے خوف سے آزاد طاقتیں / طاقت کے رشتے موجود ہیں اور یہی مابعد نو آبادیاتی صورت حال ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کالونیل آئیڈیالوجی، یورپی مرکزیت کے دعوؤں کی اصل، نو آبادیاتی نظام کے قیام و استحکام کے جواز کی اصلیت اور نو آبادیاتی عہد کی تہذیب و معاشرت کو جاننے کا نام ہے۔ اس بات کی وضاحت محمد عامر سہیل ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، کالونیل ڈسکورس مطالعہ ہے اس میں نو آبادیاتی عہد کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ نو آبادیاتی عہد و مابعد نو آبادیاتی عہد میں استعمار کار اور مقامی باشندے کے درمیان ثقافتی رشتے کا ادبی متن سے مطالعہ ہے" (۲۴)

مابعد نو آبادیاتی ادب اور تھیوری صرف اس تحقیق کے گرد گھومتی ہے کہ جب دو ثقافتیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں ایک ثقافت اپنے آپ کو طاقت ور سمجھتے ہوئے دوسرے کے اختیارات، وسائل اور ان کی تہذیب پر قابض ہو جاتا ہے تو دوسری قوم ایک نئے ڈھنگ سے منظر عام پر آتی ہے۔ مابعد نو آبادیاتی ادب میں اصل میں نو آبادیاتی دور میں تخلیق کیے گئے ادب کو زیر بحث لایا جاتا ہے کیونکہ نو آبادیاتی دور میں تخلیق ہونے والے ادب میں مزاحمت، مفاہمت اور استحصال کی کئی صورتیں نظر آتی ہیں انہیں صورتوں ک و مفروضے کی شکل میں مابعد نو آبادیاتی مطالعہ میں ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید مغرب کے بنائے ہوئے ثقافتی برتری کے تصور کر رد کر کے مقامی ثقافتی انفرادیت کو اجاگر کرتی ہے، یورپی مرکزیت کو لامرکزیت دیتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ناصر عباس نیّر لکھتے ہیں:

> "مابعد نو آبادیات اپنی ابتدائی اور عمومی صورت میں، یورپی نو آبادیات کے ثقافتی اثرات کا مطالعہ ہے۔ یہ اثرات تاریخ، معاشرت، ادب، فن، زبان اور ان سب کے مطالعات پر مرتب ہوئے ہیں" (۲۵)

دراصل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، ثقافتی مطالعہ ہے۔ یہ ایک نظریہ کی حد تک نہیں بلکہ سابقہ نو آبادیاتی ملکوں اور موجودہ جدید نو آبادیاتی ملکوں کے ادب کو مقامی شناخت کے اعتبار سے سمجھنے کے لئے ایک اہم تنقیدی تھیوری ہے۔ مابعد نو آبادیات صرف زمانی حدود میں قید نہیں بلکہ یہ فکر کا ایک ایسا مربوط نظام ہے جو نو آبادیاتی فکر کالونیل ڈسکورس، نو آبادیاتی آئیڈیالوجی، نو آبادیاتی نظام کے قیام کے جواز اور یورپی مرکزیت جیسے بیانیوں کو رد کرتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی دور میں نو آبادیاتی اثرات کا مطالعہ ان تدبیروں، حکمت عملیوں اور بیانیوں (ڈسکورس) کا رد تشکیلی مطالعہ ہے جن کے ذریعے نو آبادیاتی نظام قائم ہوا اور مقامی ثقافتی شناخت بری طرح مسخ ہوئی۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ میں نو آبادیاتی ممالک، استعمار کار، استعماری حکمت عملیاں، مقامی باشندے، استعمار کار اور استعمار زدہ میں تعلق کی نوعیت، نو آبادیاتی عمل داری اور نو آبادیاتی اثرات شامل ہیں۔

مابعد نو آبادیات کے بنیادی نظریہ سازوں میں ایڈورڈ سعید، فرانز فینن، ہومی کے بھابا اور گائتری سپائی وک کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں ایڈورڈ سعید کی تصنیف شرق شناسی کی اشاعت کے بعد سے اب تک بحث کا ایک سلسلہ جاری ہے جس میں کالونیل ڈسکورس کے تحت مابعد نو آبادیات کا دائرہ کار متعین کرنے کے لئے مختلف زاویہ ہائے نظر ملتے ہیں۔ "پس نو آبادیات ایک نہایت جامع اور پیچیدہ تصور اور تنقید طریقہ کار کی حیثیت سے پس ساختیات اور مابعد جدیدیت کی تھیوریز میں تقریباً ۱۹۹۰ کے آس پاس شامل ہو گیا اس کی رو سے اس مغربی فکر و تہذیب کا بطلان کرنا تھا جس کی تشکیل میں ارسطو، ڈیکارٹ، کانٹ، ہیگل، مارکس یا پھر

ہومر، دانتے، کولرج اور ٹی ایس ایلیٹ کی تحریروں کا نمایاں حصہ تھا اور جو ایک وحدانی تصور کی حیثیت سے الگ آفاقی اور عالم گیر شکل اختیار کر چکا تھا۔ پس نو آبادیاتی ادب اور تہذیب کسی بھی وحدانی فکر کے بلکل خلاف ہے کیونکہ اس سے ادب اور دوسری سرگرمیوں میں جنس، تہذیبی تشخص اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مسائل دب جاتے ہیں اور اس کی جگہ امپیریلزم کا ڈسکورس حاوی ہو جاتا ہے"(۲۶)۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد قیام پاکستان تک باقاعدہ برطانوی حکومت قائم رہی اور ۱۹۴۷ میں انہیں یہ ملک چھوڑنا پڑا لیکن ان کی آمد کے بعد کئی صدیوں کے جو اثرات ہم پر مرتب ہوئے ہم ان سے صرف نظر نہیں کر سکے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ نو آبادیات یا استعماریت کا خاتمہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہوا اور یہیں سے مابعد نو آبادیاتی دور شروع ہوا۔ مزدور اور سرمایے کا جو تصور انگریزوں نے نو آبادیاتی دور میں شروع کیا اس دور کی قباحتیں اپنی جگہ لیکن ٹیکنالوجی کو فروغ حاصل ہوا اور مشینری کا استعمال وجود میں لایا گیا اور سائنس اور میڈیا نے اس دور میں اہم کردار ادا کیا۔ مابعد نو آبادیات نے سارا زور الیکٹرونکس پر دیا یعنی کہ نو آبادیاتی دور کو ہم اگر صنعتی تمدن کا نمائندہ کہتے ہیں تو مابعد نو آبادیات کو مابعد صنعیت کہہ سکتے ہیں۔ اس دور میں ہر دو طرح سے آزادی حاصل ہوئی میڈیا فقط تجارتی نہیں ہوا بلکہ اس نے عدم تحفظ کے احساسات میں شدت پیدا کی ہے مختلف کمپنیاں اس بیانیے میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہی ہیں ہر شخص اس تھیوری کی مدد سے خود کو گلیمر کے سہارے زندہ رکھنے پر مجبور نظر آتا ہے ۔ تیسری دنیا کے ملکوں کو اس احساس کمتری میں مبتلا کیا گیا کہ یہی آزاد میڈیا اور اشتہاری کمپنیوں کے سہارے ہمیں برتری حاصل کرنا ہو گی ہمیں سٹیٹس کے چکروں میں گھما کر تیسری دنیا ہر صورت اپنا غلام بنانا چاہتی ہے۔ مختلف سٹیٹس سیمبلز کو ہم سے اپنی روحانیت سے وابستہ کر لیا ہے اور ہر فرد سماج میں گلیمر اور صارفیت کا حصہ بن چکا ہے اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مختلف طرح کی تہذیبی برتری کو سنجیدگی سے بڑھاوا دینے کی کوشش کی گئی۔

مابعد صنعت یا مابعد نو آبادیاتی تھیوری (جو مابعد جدیدیت کی ذیلی تھیوری ہے) اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے معاشی و معاشرتی، سیاسی و سماجی اور تہذیبی و ثقافتی سطح پر ہم نے خود کو مشینری کے حوالے کر دیا ہے نو آبادکاروں نے ایک یہ نظام اپنی ضرورت کے تحت استوار کیا لیکن ہم اسی کو پوریٹ کلچر کے غلام بنتے چلے گئے، اور آج تک ہم نفسیاتی اور فکری طور پر غلام ہیں، کیونکہ مغرب نے دوسری ثقافتوں کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ ان میں کئی تبدیلیاں پیدا کیں اور ایک دوسری ثقافت کو جنم دے دیا، اور شاید اسی لیے مشرق پر مغرب کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اس حوالے سے ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں کہ:

> "مہذب قوموں کو چاہئیے کہ وہ تیسری دنیا کے ممالک پر دوبارہ قبضہ کرنے کو اپنی ذمہ
> داری بنالیں جہاں مہذب زندگی کی بنیادی ترین شرائط ختم ہو چکی ہیں"(۲۷)

درج بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "بلیک سکن وائٹ ماسک" کو بنیاد بنا کر مقامی باشندوں کی نفسیات پر گہرے منفی اثرات مرتب کیے۔ نو آبادکاروں نے اس عمل کے مطابق سیاہ فام باشندوں کو ہمیشہ کمتر محسوس کروایا اور انہیں بارہا یہ احساس دلایا کہ وہ غیر مہذب ہیں اور ان کا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جن کی اپنی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ سیاہ فام اور سفید فام ہمیشہ ایک دوسرے کی ضد بن جاتے ہیں اور یہیں سے ہمارے ہاں طبقاتی تقسیم کا تصور مضبوط ہوتا ہے اور اسی لئے مقامی باشندے اپنی ذات کی از سر نو دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود کو سفید چمڑی کا ماسک چڑھانے پر مجبور کر لیتے ہیں کیونکہ ان کو اپنی ترقی کے لئے یہی ایک واحد حل نظر آتا ہے۔

جب کہ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، نو آبادیاتی اثرات کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ سامراجی نظام کی آئیڈیالوجی کو کرتا ہے اور ماضی کی بازیافت پر زور دیتا ہے۔ اور یہ واضح کرتا ہے کہ کہ "مشرق" یا "مغرب" انسانوں کے بنائے ہوئے پیمانے ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کسی کو بھی سیاہ فام یا سفید فام قرار دیتے ہیں اور اسے "دوسرا" سمجھ کر محکوم بناتے ہیں۔ "حاکم نسل بنیادی طور پر ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو کہیں اور سے آتے ہیں، وہ جو مقامی باشندوں کے مثل نہیں ہوتے، وہ جو محض "دوسرے ہوتے ہیں۔ وہ تشدد جو نو آبادیاتی دنیا کی تنظیم کو برقرار رکھتا ہے، وہ جو مقامی معاشرتی سانچوں کی تباہی کے آہنگ کو مسلسل قائم رکھتا ہے اور جس نے بلا تامل ان کے اقتصادی حوالوں کے نظام کو درہم برہم کیا ہے، ان کے لباس کو ختم اور ان کی زندگی کے خارجی اظہار کے پیکروں کو توڑا ہے، اسی تشدد کا دعویٰ مقامی باشندے کریں گے اور اس وقت اسے اپنے ہاتھوں میں لیں گے جب وہ مجسم تاریخ بن کر ممنوعہ علاقوں پر ہلہ بولیں گے۔ اب نو آبادیاتی دنیا کو تباہ کرنا عمل کی ایک ایسی ذہنی تصویر ہے جو بہت واضح ہے، جسے سمجھنا بہت آسان ہے اور جسے ہر وہ شخص اپنے ذہن میں کھینچ سکتا ہے جو مقامی آبادی کا فرد ہے۔ نو آبادیاتی دنیا کی تباہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب سرحدیں ختم ہو جائیں گی تو دونوں علاقوں کے درمیان رابطہ قائم رہے گا۔ نو آبادیاتی دنیا کی بربادی کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایک علاقے کو ختم کر دیا جائے اسے زمین کی گہرائیوں میں دفن کر دیا جائے یا پھر اسے ملک دربدر کر دیا جائے" (۲۸)۔ استعمار جب بھی کسی جگہ، کالونی یا ملک کو نو آبادی بناتا ہے تو سب سے پہلے س پر اپنی ثقافت کو مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور جب وہ ایک وقت کے بعد اپنی ہی کوشش میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقامی باشندوں کی ثقافت ختم ہو جاتی ہے، اس صورت حال میں ہم دیکھتے ہیں کہ مقامی باشندے کی ثقافت ختم ہونے کی ہمیشہ دو وجوہات ہوتی ہیں اول: کہ استعمار کار خود اپنی ثقافت مسلط کرتا ہے اور دوئم مقامی باشندہ بعض اوقات خود بھی استعمار کار کی ثقافت کو قبول اور اختیار کر لیتا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس کے قبول کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس تہذیب اور ثقافت کو ایک اعلیٰ ماڈل کا ماسک پہنایا جاتا ہے اور جب اسے ہر طرح سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو مقامی باشندہ بھی اس استعماری ثقافت کو اپنانے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ اب اس کے ذہن میں دو ثقافتیں جنم لے رہی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ دوغلیت کا شکار ہو جاتا ہے، اس صورت حال کو ہومی کے بھابھا نے Hybridity کا نام دیا ہے اور یہ اصطلاح مقامی باشندے کی درج بالا صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے تخلیق ہوئی۔ استعمار زدہ ہمیشہ سے ہی کئی طرح کے ذہنی اور فکری رویوں کا شکار رہتا ہے اور اس کے ذہن میں کئی متضاد صورت حال جنم لیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ کچھ افکار یا چیزوں کو قبول کر رہا ہے اور کچھ کو رد کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے، اور یہی متضاد جذبات اسے استعماری ثقافت کے حوالے سے درپیش ہوتے ہیں۔

استعمار زدہ کا نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی عہد میں تخلیق ہونے والے ادب میں استعماری ثقافت کے حوالے دو متضاد جذبات کا موجود ہونا "دو جذبیت" Ambivalence کہلاتا ہے، یعنی کہ ایک رد اور قبول کی متضاد صورت حال پائی جاتی ہے۔ برصغیر میں ہمیں نو آبادیاتی سیاق میں اگر تخلیقات کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان تحریروں میں مختلف مختلف النوع کلامیے نظر آتے ہیں۔ ہومی کے بھابھا نے ایک اصطلاح نقل Mimicry کو بھی وضع کیا ہے جس کی وضاحت ہمیں فرانز فینن کے ہاں بھی ملتی ہے۔ نو آبادیاتی صورت حال میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب مقامی باشندہ استعماری ثقافت کو ہر صورت قبول کرنے کی کوشش کرتا ہے (نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے) کیونکہ وہ استعماری حکمران اور استعماری ثقافت کو قابل رشک نظروں سے دیکھتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ سوچ ہوتی ہے کہ اگر وہ ان کی ثقافت قبول کر لے تو کسی حد تک ان کے برابر پہنچ سکتا ہے، یہ سوچ اور بالاتر ہونے کا وہم دراصل نو آبادیاتی نظام کی دین ہے۔ مقامی باشندہ اس استعماری ثقافت کی نقالی کے بعد اپنی ثقافت سے بھی دور ہو جاتا ہے اور پھر اسے اپنی اقدار، زبان، لباس گویا ہر چیز

کمتر محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر یہی وجہ ہے کہ نقالی کی یہ صورت حال وہ ہر جگہ برتنے کی کوشش کرتا ہے اور ستم بالائے ستم کہ وہ اپنی مقامی ثقافت سے بھی دور ہو جاتا ہے اور استعمار کار بھی اس کی نقل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس نقل سے ہی دراصل ایک دوغلی نسل پیدا ہوتی ہے جو خود کو انگریزوں جیسا سمجھتی ہے لیکن وہ کبھی بھی ان جیسی ہوتی نہیں ہے۔

جب کہ تمام انسان خود مختار ہیں اور کہیں نا کہیں ان کے شعور میں بھی خود مختاری کا عنصر پایا جاتا ہے۔ انسانی شعور ہمیشہ وجدانی طور پر ہی تشکیل پاتا ہے اور انسان ہمیشہ اسی سوچ کا ہی اظہار کرتا ہے۔ مابعد نو آبادیات ایک ایسی مثال ہے جس میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ طاقت کے ان تمام بیانیوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے جس نے عوام کو "دلت" بنا دیا ہے۔ گائتری چکرورتی سپیواک نے ایک لفظ Subaltern بطور اصطلاح استعمال کیا ہے جس کا اردو ترجمہ "دلت" کیا گیا ہے۔ اس اصطلاح کو سب سے پہلے مشہور مارکسی انتونیو گرامچی (Antonio Gramsci) نے متعارف کروایا تھا۔ بنیادی طور پر اس اصطلاح کی مدد سے ان تمام پسے ہوئے طبقوں کی نمائندگی کرنے کی کوشش کی ہے جو مقتدر طبقے کے سامنے اپنی حاشیائی حیثیت تک بھلا بیٹھتے ہیں ہم انہیں ہی "دلت" کہتے ہیں۔ دلت سے مراد نو آبادیاتی عوام کا سب سے نچلا طبقہ ہے، یہ ایک خاموش تماشائی کردار ہیں جنہیں نو آبادیاتی نظام نے ہی تشکیل دیا ہوتا ہے۔ یہ طبقہ نہ ہی بولتا ہے اور نہ ہی اپنے اختیارات کا کوئی شعور رکھتا ہے جب تک یہ نچلا طبقہ اپنی سوچ اور فکر میں تبدیلی نہیں لائے گا تب تک نو آبادیاتی نظام میں کوئی تبدل پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان "دلت" کرداروں کے ذہنوں میں سفید فام اور سیاہ فام کا تصور بھر دیا گیا ہے جسے بدلنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اس سارے نظام کو رد صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے جب "دلت" کا اکردار اپنی خاموشی توڑے گا اور فکری و ذہنی سطح کو بلند کرے گا۔ درج بالا بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ مابعد نو آبادیاتی تھیوری استعماری نظام کی حکمت عملیوں کو موضوع بناتی ہے اور ان تمام اثرات کا جائزہ لیتی ہے جس نے آج بھی نفسیاتی طور پر "سیاہ فام" کا تصور برقرار رکھا ہے۔ کیونکہ فکری و نفسیاتی غلامی کے ساتھ ساتھ ہماری مقامی ثقافت و شناخت بھی متاثر ہوئی ہے۔ اگر ہم مابعد نو آبادیاتی دور میں موجود ان اثرات کا جائزہ لیں تو درج ذیل مباحث اس مطالعہ کا حصہ بنتے ہیں:

- لسانی اثرات
- تعلیمی اثرات
- سیاسی اثرات
- رسم ورواج پر اثرات
- طبقاتی تقسیم
- معاشرتی تقسیم
- سماجی تقسیم
- ثقافتی غلامی
- ذہنی غلامی
- فکری غلامی
- ادب اور فن پر اثرات
- صنفی رویوں میں تبدیلی

نو آبادیات اور مابعد نو آبادیات کی اس تفہیم کے بعد اگر ہم اکیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ مابعد نو آبادیاتی عہد میں ہمارے ذہنی اور فکری رویوں پر نو آبادیاتی نظام کے اثرات کس شکل میں مسلط ہوئے تو ہمارے سامنے اس عہد کا ایک پورا نظام کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ مثال کے طور تعلیمی نظام پر اجارہ داری، نفسیات پر اجارہ داری، ذہنوں پر اجارہ داری، قدرتی وسائل پر اجارہ داری، میڈیا پر اجارہ داری تیسری دنیا کے ممالک کی زبان پر اجارہ داری بالخصوص معیشت اور سیاست پر اجارہ داری نے مغرب کے فکری اور ذہنی رویوں کی بہترین نشاندہی کی ہے۔

استعماریت نے غیر یورپی اقوام کو سیاہ فام، کمتر اور غیر مہذب بنا کر پیش کیا۔ اس بیانیے کو صرف سیاسی ایوانوں تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ تعلیمی اداروں، نصاب، ادب اور میڈیا کے ذریعے عوام کی اجتماعی نفسیات کا حصہ بنا دیا گیا۔ نتیجتاً محکوم اقوام کے افراد نے اپنے آپ کو کمتر سمجھنا شروع کیا، اور یہ ذہنی غلامی کئی نسلوں میں منتقل ہوتی چلی گئی۔ نو آبادیاتی طاقتوں نے اپنی زبان (انگریزی، فرانسیسی وغیرہ) کو برتر اور ترقی یافتہ قرار دیا، جبکہ مقامی زبانوں کو پسماندہ گردانا گیا۔ نتیجتاً مقامی زبانیں علمی زبان بننے سے محروم رہیں، تعلیم، عدالت، اور دفتری نظام میں نو آبادیاتی زبانیں چھا گئیں اور افراد کی سماجی حیثیت کا تعین بولی جانے والی زبان سے ہونے لگا۔ استعماری نظام تعلیم کا مقصد مقامی لوگوں کو ایسے سانچے میں ڈھالنا تھا جو مقامی ثقافت سے بیگانہ ہوں، مغربی فکر کو برتر سمجھیں اور۔ حاکم کی اطاعت کریں اس تعلیمی نظام نے مقامی فکر، تاریخ، فلسفہ اور ادب کو حاشیے پر ڈال دیا اور یورپی علمی ماڈلز کو مرکزی حیثیت دی۔ نو آبادیاتی قوتوں نے ایسی سیاسی ساختیں قائم کیں جو نو آبادیاتی مفادات کی محافظ تھیں۔ آزادی کے بعد بھی انہی اداروں، قانونوں اور بیوروکریٹک ڈھانچوں کو برقرار رکھا گیا، جس سے حقیقی خود مختاری ناپید رہی، مقامی قیادت مغربی نظاموں کی نقّال بن گئی اور نو آبادیاتی طرزِ حکومت کے اثرات نسل در نسل منتقل ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی روایات کو قدامت پرستی قرار دے کر کم تر سمجھا گیا، جبکہ مغربی معاشرتی اقدار کو ترقی یافتہ کے طور پر متعارف کروایا گیا۔ اس کے نتیجے میں ثقافتی نقالی نے سماجی نظام کو کمزور کیا۔ نسل، زبان، مذہب، علاقہ اور جنس کی بنیاد پر تقسیم پیدا کی گئی تاکہ وحدت نہ ہو۔ اس سے قومی شناخت کمزور ہوئی، اندرونی تضادات کو تقویت ملی اور عوامی بیداری اور یکجہتی متاثر ہوئی۔ ثقافت، جس میں ادب، فن، موسیقی، مذہب، لباس، خوراک، اور طرزِ زندگی شامل ہیں، مغربی اصولوں کے تابع ہو گئی۔ اس سے مقامی ثقافت کو کمتر سمجھا جانے لگا، فیشن، طرزِ گفتگو، حتیٰ کہ سوچنے کا انداز مغرب زدہ ہو گیا اور مغربی بننے کو ترقی کی علامت سمجھا جانے لگا۔ ادب میں بھی موضوعات مغربی فلسفے کے زیرِ اثر ہونے لگے، مقامی علامتیں اور اسالیب مغربی معیار پر پرکھے جانے لگے اور زبان، بیانیہ، اور اسلوب میں استعماری جمالیات غالب آگئیں۔

اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ در حقیقت ایک فکری بیداری کی تحریک ہے، جو اس بات پر زور دیتی ہے کہ محض سیاسی آزادی کافی نہیں بلکہ زبان کی آزادی، ثقافت کی بازیافت، ادب کی داخلی خود مختاری اور فکر کی خود انحصاری بھی ضروری ہے۔ یہ نظریہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم نہ صرف استعمار کی باقیات کو پہچانیں بلکہ اس کے خلاف شعوری مزاحمت بھی کریں تاکہ ہم اپنی اصل شناخت، زبان، ثقافت، اور فکری خودی کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہم نے سن ۱۹۴۷ میں آزادی حاصل کر لی تھی لیکن ہم آزاد نہیں ہو سکے کیونکہ اب ہم ذہنی طور پر غلام ہیں، اور ہمارے ذہن اس قدر مفلوج ہو چکے ہیں کہ ہم آج بھی اس نظام سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے ۔ البتہ اب غلامی کی کئی نئی شکلیں وجود میں آچکی ہیں۔ استعمار کاروں نے صرف ہمارے ملک پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ ہمیں ہر حوالے سے اپنا غلام بنایا تھا۔ اگر ہم اردو ادب کا مطالعہ کریں تو صورت حال ہمارے سامنے

واضح ہو کر آجاتی ہے کیونکہ مابعد نو آبادیاتی دور میں تخلیق ہونے والا ادب ان تمام رویوں کی بہترین بازیافت ہے جو نو آبادیاتی ڈسکورس کی دین ہیں۔

مندرجہ بالا بحث کے تناظر میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مابعد نو آبادیاتی تھیوری دراصل استعماری نظام کی اُن حکمت عملیوں کو بے نقاب کرتی ہے جنہوں نے نہ صرف ماضی میں محکوم اقوام کی سیاسی و معاشی خود مختاری کو سلب کیا بلکہ اُن کی فکری، نفسیاتی اور تہذیبی ساخت کو بھی گہرائی تک متاثر کیا۔ یہ تھیوری ہمیں اس حقیقت سے روشناس کراتی ہے کہ نو آبادیاتی دور کے خاتمے کے باوجود اُس کے ذہنی و ثقافتی اثرات آج تک ہماری اجتماعی سوچ اور طرزِ حیات پر غالب ہیں۔ لسانی مسلط کاری، نصابی ڈھانچوں کی غیر مقامی تشکیل، سیاسی و طبقاتی تقسیم، اور مقامی رسوم و رواج کی تبدیلی جیسے پہلو ہماری معاشرتی شناخت کو اندر سے کھوکھلا کر چکے ہیں۔

مزید برآں، مابعد نو آبادیاتی عہد میں اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ استعماری طاقتوں نے محض زمینوں پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ذہنوں پر حکمرانی کو ترجیح دی، تاکہ محکوم اقوام اپنی ہی زبان، ثقافت اور تاریخ سے بیگانہ ہو جائیں۔ اس کے نتیجے میں ''ثقافتی غلامی'' اور ''ذہنی غلامی'' کے ایسے سلسلے وجود میں آئے جو نسل در نسل منتقل ہوئے اور آج بھی صنفی رویوں سے لے کر فنونِ لطیفہ تک ہر شعبے پر اپنے نقوش چھوڑ رہے ہیں۔ اس مطالعے سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ مابعد نو آبادیاتی تھیوری صرف ماضی کی کہانی نہیں بلکہ ایک زندہ و متحرک فکری فریم ورک ہے، جو ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے کہ ہم اپنی فکری آزادی، تہذیبی خود مختاری اور سماجی مساوات کی بحالی کے لیے شعوری جدوجہد کریں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد صدیق قریشی، کشاف اصطلاحات تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ستمبر ۱۹۸۸ء، ص:۱۷

۲۔ بشیر احمد صدیقی (مؤلف)، جواہر اللغات، لاہور، کتابستان پبلشنگ کمپنی، سن ندارد، ص:۶۳۷

۳۔ فیروز الدین، مولوی (مؤلف)، فیروز اللغات اُردو، لاہور، فیروز سنز، سن ندارد، ص:۱۳۸۲

5. Whitcut, Longman Dictionary of the English Language (Landon: Longman Group Limited, ۱۹۸۴), P.۲۸۸

6. Oxford English Dictionary, Second Edition (England:Oxford University Press,۱۹۹۸),P.۴۲۲

۶۔ فیروز سنز اردو، انسائیکلوپیڈیا، لاہور: فیروز سنز، جنوری ۱۹۸۴، ص:۲۰۰۱

۷۔ محمد عامر سہیل، ''مابعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات''، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص:۵۴۵

۸۔ ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، ''نو آبادیاتی صورت حال''، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، ص:۱۱۱

۹۔ ریاض ہمدانی، ڈاکٹر، اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء، ص:۴۰

۱۰۔ ایڈورڈ سعید / یاسر جواد (مترجم)، ثقافت اور سامراج، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء، ص:۲۰

۱۱۔ ریاض ہمدانی، ڈاکٹر، اُردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ، ص:۳۵

۱۲۔ محمد عامر سہیل، ''مقدمہ''، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، ص:۱۹،۱۸

۱۳۔ مبارک علی، ڈاکٹر، آخری عہد کا مغلیہ ہندوستان، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص:۱۳۱

۱۴۔ جاوید اکبر انصاری، ڈاکٹر، سرمایہ دارانہ نظام ایک تعارف، لاہور، کتاب محل، ۲۰۱۶ء، ص: ۲۰

۱۵۔ کارل مارکس / م م جوہر میر ٹھی (مترجم)، سرمایہ، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۶ء، ص ۱۱۸

۱۶۔ محمد عامر سہیل، "مابعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات"، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، ص: ۵۴۸

۱۷۔ ایضا، ص: ۵۴۹، ۵۴۸

۱۸۔ محمد عامر سہیل، "مقدمہ"، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹)، ص: ۲۷

۱۹۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، "نو آبادیات و مابعد نو آبادیات"، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، ص: ۱۲۴

۲۰۔ اورنگ زیب قاسمی، مغربی ادب کی تحریکیں، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء، ص: ۲۹۶

۲۱۔ احتشام علی، ڈاکٹر، جدید اردو نظم کا نو آبادیاتی تناظر، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء، ص: ۱۶

22. Bill Ashcroft, Griffith, Tiffin, "The Postcolonial Studies" (London: Routledge, ۱۹۹۵), P.۱۱۷

۲۳۔ سید محمد عقیل، ڈاکٹر، "پوسٹ کلونیلزم: تنقید کی دنیا میں ایک نئی ہوا"، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، ص: ۹۴، ۹۳

۲۴۔ محمد عامر سہیل، "مابعد نو آبادیات کی اہم اصطلاحات"، مشمولہ، نو آبادیات و مابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، (مرتب) محمد عامر سہیل، ص: ۵۴۵

۲۵۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، ثقافتی شناخت اور استعماری اجارہ داری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۹

۲۶۔ امتیاز عبد القادر، "پس نو آبادیات، مشرق کی بازیافت کی تحریک"، مشمولہ، اوری ئینٹل کالج میگزین، لاہور، اوری ئینٹل کالج، جلد نمبر ۹۱، ۲۰۱۶)، ص: ۱۴۶

۲۷۔ ایڈورڈ سعید / یاسر جواد (مترجم)، ثقافت اور سامراج، ص ۳۹۲

۲۸۔ فرانز فینن / محمد پرویز، سجاد باقر رضوی (مترجمین)، افتادگان خاک، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۲۲ء، ص: ۴۰، ۳۹

References in Roman Script:

1. Muhammad Sadiq Qureshi, Kashaf Istilahaat-e-Tareekh, Islamabad: Muqtadira Qaumi Zaban, September 1988, P:71
2. Basheer Ahmad Siddiqi (Moallif), Jawahir-ul-Lughat, Lahore, Kitabistan Publishing Company, san nadarad, P:763
3. Feroz-ud-Din, Maulvi (Moallif), Feroz-ul-Lughat Urdu (Lahore: Feroz Sons, san nadarad), P:1382
4. Whitcut, Longman Dictionary of the English Language (London: Longman Group Limited, 1984), P:288
5. Oxford English Dictionary, Second Edition (England: Oxford University Press, 1998), P:422
6. Feroz Sons, Urdu Encyclopedia, Lahore: Feroz Sons, January 1984, P:2001

7. Muhammad Amir Sohail, "Ma'baad Nau Abadiyat ki Ahem Istilahaat", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, Lahore, Aks Publications, 2019, P:545
8. Nasir Abbas Nayyar, Dr., "Nau Abadiyati Soorat-e-Haal", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, P:111
9. Riaz Hamdani, Dr., Urdu Novel ka Nau Abadiyati Mutala, Lahore, Fiction House, 2018, P:40
10. Edward Said / Yasir Jawad (Mutarjim), Saqafat aur Samraj, Islamabad, Muqtadira Qaumi Zaban, 2009, P:20
11. Riaz Hamdani, Dr., Urdu Novel ka Nau Abadiyati Mutala, s:35
12. Muhammad Amir Sohail, "Muqaddima", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, s:18,19
13. Mubarak Ali, Dr., Aakhri Ahd ka Mughalia Hindustan, Lahore, Fiction House, 2007, P:131
14. Javed Akbar Ansari, Dr., Sarmayadaranah Nizam – Aik Taaruf, Lahore, Kitab Mahal, 2016, s:20
15. Karl Marx / M.M. Johar Meeruthi (Mutarjim), Sarmaya, Lahore, Fiction House, 2016, P:118
16. Muhammad Amir Sohail, "Ma'baad Nau Abadiyat ki Ahem Istilahaat", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, s:548
17. Ibid, P:548, 549
18. Muhammad Amir Sohail, "Muqaddima", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, Lahore, Aks Publications, 2019, P:27
19. Ashraf Kamal, Dr., "Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, P:124
20. Aurangzeb Qasmi, Maghribi Adab ki Tehreeken, Karachi: City Book Point, 2021, s:296
21. Ehtisham Ali, Dr., Jadeed Urdu Nazm ka Nau Abadiyati Tanazur, Lahore, Aks Publications, 2017, P:16
22. Bill Ashcroft, Griffith, Tiffin, The Postcolonial Studies (London: Routledge, 1995), P:117
23. Syed Muhammad Aqeel, Dr., "Post Colonialism: Tanqeed ki Duniya me aik nayi Hawa", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, P:93,94
24. Muhammad Amir Sohail, "Ma'baad Nau Abadiyat ki Ahem Istilahaat", mashmoola, Nau Abadiyat o Ma'baad Nau Abadiyat (Nazriya, Tareekh, Itlaq), (Murattib) Muhammad Amir Sohail, P:545

25. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Saqafati Shanakht aur Istemari Ijarah Daari, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2014, P:19
26. Imtiaz Abdul Qadir, "Pas Nau Abadiyat: Mashriq ki Bazyafat ki Tehreek", mashmoola, Oriental College Magazine, Lahore, Oriental College, jild no.91, 2016, P:146
27. Edward Said / Yasir Jawad (Mutarjim), Saqafat aur Samraj, P:392
28. Frantz Fanon / Muhammad Parvez, Sajad Baqar Rizvi (Mutarjimeen), Iftadgan-e-Khaak, Lahore, Fiction House, 2022, P:39, 40